وہ ہوا کے رخ بھی بدل گئے

نگہت سیما

اس کے میٹرک کے امتحان کا اختتام اور طیبہ پھوپھو کی آمد ایک ساتھ ہی ہوئی تھی۔ ادھر وہ آخری پرچہ دے کر گھر لوٹی' ادھر پھوپھو مع اپنے دو عدد صاحبزادگان کے آوارد ہوئیں۔ کاشف نے اسے جھنجھوڑ کر جگایا۔

اے اٹھو' بینو کی بچی' دیکھو تو کون آیا ہے۔

وہ پھر کروٹ بدل کر سو گئی۔

پھوپھو آئی ہیں۔

وہ اس کے کان میں چیخا' تو اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔

کیا مصیبت ہے کاشی' سونے دو نا۔

جناب پھوپھو آئی ہیں' ساتھ میں تیمور بھائی اور تنویر بھی ہیں' خوب مزا آئے گا۔

کیا خاک مزہ آئے گا۔" اس نے جل کر سوچا۔

وہ جو اس کا پندرہ روزہ سونے کا پروگرام تھا' وہ تو غارت ہوا نا' اب ظاہر ہے پھوپھو آئی ہیں نا تو۔

ہیں کیا کہا تم نے پھوپھو آئی ہیں۔

وہ اچھل کر بیٹھ گئی۔

یعنی طیبہ پھوپھو نا۔ اپنی سگی والی پھوپھو جان حیدر آباد سے آئی ہیں۔

جی... تو اتنی دیر سے کیا بک رہا ہوں۔

کاشف نے برا سا منہ بنایا۔ اسے یوں پھوپھو کی آمد کا سن کر کوئی نوٹس نہ لیتے دیکھ کر غصہ آ گیا تھا۔

دراصل میں نیند میں تھی نا' کچھ سمجھ ہی نہیں آیا۔ کب آئی ہیں پھپھو؟

اس نے ہاتھوں سے بالوں کو سمیٹ کر پیچھے کیا۔

بس ابھی کچھ دیر پہلے' لیکن جناب تو گھوڑے گدھے بیچ کر سو رہی تھیں۔

کیسی ہیں پھوپھو جان؟

اس نے اشتیاق سے پوچھا۔
بھئی جیسی پھوپھو جان ہوتی ہیں۔ شفیق، مہربان اور محبت کرنے والی۔ پہلے کتنی بار تو تمہیں بتا بھی چکا ہوں کہ ہماری
پھوپھو جان بہت پیاری ہیں۔ بہت اچھی۔
سیدہ طیبہ بیگم ابا کی اکلوتی بہن تھیں، لیکن چونکہ وہ سندھ کے کسی دور دراز گاؤں میں رہتی تھیں، اس لیے کم ہی آنا ہوتا
تھا۔ اس کے ہوش میں صرف دوبار پھوپھو آئی تھیں۔ ایک بار جب وہ چھ سات کی تھی تب، اور ایک بار کوئی دو برس
پہلے۔ پہلی بار تو وہ اتنی چھوٹی تھی کہ اسے کچھ یاد نہیں تھا، کہ کیسی پھوپھو کیسی تھیں۔ بس اتنا ہی ذہن میں تھا کہ پھوپھو
اسے بہت پیار کرتی تھیں، اور مزے مزے کی کہانیاں سناتی تھیں۔ اور اب جو دو برس پہلے وہ آئیں، تو وہ اور سمو آپا
کرامت ماموں کے ہاں گئی ہوئی تھیں، اور کرامت ماموں کے ہاں اس کی طبیعت پر کتنا بار پڑتا تھا، لیکن سمو آپا
بہت خوش رہتی تھیں۔ وہاں ہیپی اور ڈیزی تو انہیں گھاس بھی نہ ڈالتی تھیں۔ اور وہ مون اور چاند کیسے عجیب لڑکے
تھے، کہ ذرا اچھے نہ لگتے تھے، اسے، اور آنٹی گلناز اور بدرباجی دونوں کتنی اکڑی اکڑی رہتی تھیں، اور اسے تو کرامت
ماموں کے ہاں جانے کے خیال سے ہی تپ چڑھ جاتا تھا۔ اور اب تو پھوپھو آرہی تھیں، اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا،
لیکن سمو آپا اسے زبردستی لے گئی تھیں۔ ابا نے منع بھی کیا تھا۔
تمہاری پھوپھو اتنے عرصے بعد آرہی ہیں۔
لیکن وہ سمو آپا ہی کیا، جو کسی کی مان جائیں۔ کاشف پر تو ان کا زور نہیں چلتا تھا، لہذا اسے ہی گھسیٹ لے گئیں۔ اماں
نے تاکید کی کہ جلدی لوٹ آنا۔
لیکن وہ اس وقت تک کرامت ماموں کے براجمان رہیں، جب تک پھوپھو واپس سندھ نہ لوٹ گئیں۔ دراصل سمو
آپا کو اماں نے بڑے لاڈ سے پالا تھا۔ وہ ان سے سے پورے آٹھ برس چھوٹی تھی۔ اور کاشف اس سے ایک برس چھوٹا
تھا۔ سو آٹھ برس تک تو تنہا ننھیال و ددھیال کے لاڈ اٹھواتی رہیں، اور پھر اس کے آجانے سے بھی ان کی اہمیت میں
کوئی خاص فرق نہیں پڑا تھا۔ وہ عام سی شکل وصورت کی تھی
جب کہ سمو آپا بے حد حسین تھیں۔ سو کچھ ناز حسن بھی تھا، کچھ طبیعت بھی ایسی تھی کہ کیسی کو خاطر میں نہ لاتی تھیں۔ اور

پھوپھو سے یوں چڑ تھی کہ ایک بار کہیں انہوں نے ان کو بہو بنانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ حالانکہ تیمور سمو آپا سے پورے دو برس چھوٹے تھے۔ لیکن پھوپھو کا خیال تھا اپنوں میں برس دو برس کی چھوٹائی بڑائی کیا۔ سو اس لیے پھوپھو اب تک زیر عتاب تھیں۔ حالانکہ اس روز کے بعد انہوں نے پھر اس بات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ شاید زینت آرا کی نظر پہچان گئی تھیں۔

اچھا بھئی میں تو چلا، تم آجانا۔ ادھر سب بڑے کمرے میں ہیں۔

کاشف نے جاتے جاتے کہا۔

تو وہ اٹھی اور جلدی جلدی منہ پر پانی کی چھینٹے مارے ' کیونکہ آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں ' اور کاشف کے پیچھے ہی بڑے کمرے کی طرف لپکی۔ دروازے پر رک کر لمحہ بھر کے لیے اس نے کمرے کا جائزہ لیا۔

سمو آپا کے سوا سب ہی موجود تھے۔ پھوپھو نیچے قالین پر پاندان سامنے رکھے بیٹھی تھیں۔ ابا بھی ان کے قریب ہی بیٹھے تھے ' اور ان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور پورا چہرہ روشن روشن لگ رہا تھا اور ایک شریر بھوری آنکھوں والا لڑکا کاشف ان کے پاس کھڑا تھا۔ اور زینت آرا بیگم بھی پھوپھو سے ذرا ہٹ کر خاموش بیٹھی تھیں۔ کاشف کی تنویر کے ساتھ بہت بنتی تھی۔ ابا جب بھی پھوپھو سے ملنے سندھ گئے، اسے ساتھ لے گئے تھے۔ کاشف نے ہی پھوپھو کی اور تنویر کی تعریفیں کر کے اسے مشتاق بنا ڈالا تھا۔

ارے مینو بیٹی آجاؤ نا۔ وہاں کیوں کھڑی ہو گئی ہو۔ دیکھو تمہاری پھوپھو آئی بیٹھی ہیں۔

ابا نے اسے کھڑے دیکھ کر پکارا ' تو وہ جھجکتے ہوئے آگے بڑھی۔

ارے میری بچی ' میری مینو۔

پھوپھو نے اسے گلے لگا کر خوب بھینچ کر پیار کیا۔ ایک وہ اماں کی رشتہ دار ہیں گلے بھی ملیں گی ' تو یوں جیسے انہیں خطرہ ہو کہ جراثیم چمٹ جائیں گے۔ امینہ نے سوچا۔ پھوپھو مسلسل اسے پیار سے دیکھ رہی تھیں۔

میری بچی اتنی بڑی ہو گئی۔ ارے تینی ادھر تو آ، بہن سے مل ' کیا کھڑا کھڑا گیں لگا رہا ہے۔

تنویر نے مسکراتے ہوئے اسے سلام کیا۔
وہ بھی مسکرا دی۔
تنویر اور کاشف تقریباً ہم عمر ہی تھے۔
دیکھا تم نے جعفر علی شاہ، اپنی مینو بالکل اماں پر گئی ہے۔" پھوپھو کے چہرے پر مامتا اور شفقت تھی۔
وہی ناک، وہی پیشانی، ویسی ہی آنکھیں۔
ہاں۔
ابا نے بھی محبت پاش نظروں سے اسے دیکھا۔
اس کی شکل و صورت ہی نہیں عادتیں بھی ساری اماں پر گئی ہیں۔ وہی سادگی اور قناعت اور ویسی ہی نرم خو اور ہمدرد فطرت' جو پہنایا پہن لیا' جو کھلایا کھالیا۔ نہ کوئی نخرہ' نہ کوئی ضد اور نہ فرمائشیں۔ میری یہ بیٹی تو عطیہ ہے خدا کا۔
اے طیبہ بیگم تم نے عرصہ سے میری سمو کو نہیں دیکھا۔" اماں کو شاید ابا کی تعریف اچھی نہیں لگی تھی۔ اس لیے فوراً ہی بات کاٹ دی۔
ہاں... ہاں... کہاں ہے' سمو ابھی تک آئی نہیں۔" پھوپھو نے اسے ادھر اُدھر متلاشی نظروں سے دیکھا۔
اوہ... وہ تو آج صبح سے ہی کسی سہیلی کے ہاں گئی ہے، آتی ہی ہو گی۔
اماں کس قدر صفائی سے جھوٹ بولتی ہیں۔ ابھی تو جب وہ پیپر دے کر آئی تھی' تو گھر پر موجود تھیں۔ امینہ نے مڑ کر کاشف کو دیکھا' تو کاشف نے اشارے سے بتایا کہ واقعی آپا گھر پر نہیں ہیں۔ گویا اماں پچاس فی صد سچ بول رہی تھیں' اور آپا یقیناً پھوپھو کی آمد کے بعد ہی کھسک لی ہوں گی۔ جانے آپا ابا کے رشتے داروں سے اتنی الرجک کیوں ہیں۔
شاید اس لیے کہ وہ بھی ابا کی طرح سادہ اور کھرے سچے لوگ

ہیں۔ اماں کے رشتے داروں کی طرح ماڈرن' لیکن خود غرض اور شو باز نہیں ہیں۔
امینہ نے سوچا اور اماں کی طرف دیکھا' جو تھوڑا سا پھوپھو کے قریب کھسک آئی تھیں۔

سمو تو ساری کی ساری اپنے ننھیال پر گئی ہے۔

ہاں آپا۔ اپنی سمو کی عادتیں بھی وہی شاہانہ ہیں۔

ابا نے مسکراتے ہوئے کہا' تو پتا نہیں اماں ان کی بات کو طنزیہ سمجھیں یا کیا، کہ تیر برساتی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔
لو بھلا اپنی سمو میں کیا برائی ہے۔ اس عمر میں اوڑھنے پہننے کا شوق تو سبھی لڑکیوں کو ہوتا ہے۔ اور اب تمہاری لاڈلی کو اوڑھنے پہننے کا سلیقہ نہ ہو تو۔

زینت آرا... زنیت آرا۔

انہوں نے کسی متوقع جنگ کے خیال سے فوراً بات کاٹی۔

بخدا، ہمارا مطلب یہ نہیں تھا' جو آپ سمجھ رہی ہیں۔ اور یہ آپ نے پھر تفرقہ کیا کہ ہماری تمہاری۔ اللہ کی بندی دونوں ہماری بچیاں ہیں۔ دونوں ہماری دو آنکھیں ہیں۔ آپ بات کو سمجھتی نہیں ہیں اور

یا اللہ... یا اللہ۔

اس نے آنکھیں بند کرکے دعا کی۔

یا اللہ اس معرض وجود میں آنے والی عالمی بلکہ خانگی جنگ کو روک۔

اور شاید یہ وقت، وقت قبولیت تھا' کہ اس کی دعا قبول ہو گئی اور اماں ابا کی بات کا جواب دیے بغیر پاندان اپنی طرف کھسکا کر پان بنانے لگیں۔

دراصل قصور کچھ زینت آرا کا بھی نہیں تھا۔ یہ جو ان کے مزاج میں کچھ تعلی اور اپنی بات منوانے والی بات تھی' تو اس کی وجہ ان کا خاندانی پس منظر تھا۔ وہ نواب خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے والد خاندانی نواب تھے۔ پاکستان بننے کے بعد کراچی منتقل ہوئے۔ یہاں بھی وہی آن بان تھی۔ اگرچہ وہ نوابی تو نہ رہی تھی' لیکن پیسے، دولت کی ریل پیل تھی۔ صدر ہاؤس تک رسائی تھی۔

سید جعفر علی شاہ اسٹیشن ماسٹر تھے۔ لیکن اصلی اور سچے سید تھے۔ نواب صاحب سے اچانک ملاقات ہوئی تھی۔ نواب

صاحب ان کے اخلاق سے متاثر ہوئے ' اور جب پتا چلا کہ وہ بھی سید ہیں تو گھر بلایا۔ زینت آرا بیگم اگرچہ خوش شکل تھیں ' لیکن اصلی سید نہ ملنے کی بنا پر ان کی عمر نکلی جا رہی تھی۔ سو نواب صاحب نے سید جعفر علی شاہ صاحب کی والدہ سے درخواست کی کہ وہ زینت آرا کو اپنی بہو کے طور پر قبول کر لیں۔ شجرہ نسب دیکھا اور دکھایا گیا ' اور یوں زینت آرا ایک شاندار گھر سے ایک نسبتاً چھوٹے گھر میں آ گئیں۔ خوشحالی تو یہاں بھی تھی ' لیکن وہ بات نہ تھی۔ ابا مسکین آدمی تھے ' اور ان کی والدہ بھی سادہ دل خاتون تھیں۔

امینہ نے دل ہی دل میں اللہ میاں کا شکریہ ادا کر کے پھوپھو کی طرف دیکھا ' اور پھر نگاہیں دروازے پر ہی لمحہ بھر کے لیے ٹک گئیں۔

تیمور بھائی ہیں شاید۔

اس نے سوچا۔

لیکن کس قدر خوبصورت بالکل آپالو کا کوئی دوسرا روپ لگ رہے تھے۔ گیلے بالوں کو ہاتھوں سے پیچھے کرتے ہوئے وہ اندر آئے۔ شاید منہ دھو کر آئے تھے۔

بیٹے! یہ مینو ہے۔

اچھا!" وہ مسکرائے۔

کیسی ہو بے بی اور یہ اس قدر حیرت سے کیوں دیکھ رہی ہو، یقین کرو ہم تمہارے کزن تیمور شاہ ہیں۔

اس نے شرمندہ ہو کر پلکیں جھپکائیں۔

سلام تیمور بھائی۔

دراصل تیمور بھائی کہ مینو اس لیے حیرت سے آنکھیں پھاڑ رہی تھی کہ یہ آپ غلطی سے اماں کے خاندان پر کیسے چلے گئے۔" کاشف نے کہا۔

اماں کو اپنے خاندان کے حسن پر ناز تھا۔

ابا تو اس کی بات سمجھ کر مسکرا دیے۔ اماں نے گھور کر اسے دیکھا' تو وہ جلدی سے اسے دیکھنے لگا۔ جو برے برے منہ بنا رہی تھی کہ لو اماں کے خاندان میں بھلا کہاں کوئی ایسا ہے؟ وہ چاند اور مون کسی بندروں جیسی تو شکلیں ہیں۔ ان کی اور اس پر لباس کیسے بے تکے پہنتے ہیں۔

تو یہ تو بالکل اپنے باپ پر ہے۔

سچ کیا پھوپھا ابا اتنے ہی خوبصورت ہیں۔

اس نے بے اختیار پوچھا' اور پھر شرما کر دانتوں تلے زبان داب لی۔ تیمور زیر لب مسکرانے لگے۔

عقل تو اس لڑکی کو چھو کر نہیں گئی ہے۔

اماں بڑبڑائیں۔

ایک وہ سمو ہے ہر بات سوچ سمجھ کر کرے گی۔ اس طرح نہیں کہ جو منہ میں آیا پھٹ سے کہہ دیا۔

ارے بچی ہے زینت آرا۔

تب ہی بوا ٹرالی میں گلاس اور بوتلیں رکھے لے آئیں۔ پھوپھو کو کوک پکڑاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

پھوپھو! آپ پہلے کبھی کیوں نہیں آئیں؟

اے بچی کیا کہوں۔ کیسا کیسا دل چاہتا ہے۔ پر کیا کروں ادھر بھی بڑا بکھیڑا ہے، زمینداری کا بڑا کام ہوتا ہے، اب بھی کلیجے پر ہاتھ رکھ کر آئی ہوں۔ تمہارے پھپھا ہارٹ کے مریض، لاکھ نوکر چاکر ہوں پر اتنی تو اور بات ہوتی ہے، اب بھی اماں کو خواب میں دیکھا، گلہ کر رہی ہیں کہ بھائی کو بھلا دیا۔ بس پھر دل نہ لگا تیمور سے کہا کہ جا کر سیٹیں بک کروائے اور جیسی بیٹھی تھی اٹھ کر چلی آئی۔

انہوں نے تفصیل بتائی۔

دیکھ بیٹی! بوا بے چاری اکیلی لگی ہوں گی، آج وہ نمو بھی نہیں آیا۔

ابا نے کہا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور کچن میں آ کر بوا کا ہاتھ بٹانے لگی۔

سمو آپا

امینہ نے اپنے بیڈ پر لیٹے لیٹے مڑ کر سمینہ کی طرف دیکھا' جو ہارڈی کا کوئی ناول دیکھ رہی تھی۔

آپ کو پھوپھو کیسی لگیں؟

کیوں...؟ کوئی پہلی بار دیکھا ہے انہیں۔

اتنے عرصے بعد تو دیکھا ہے نا۔

ہاں۔ مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟

پھوپھو کس قدر محبتی ہیں۔ میرا تو اب بھی ان کے پاس سے اٹھنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔

ہوں! یہ جو متوسط طبقے کے لوگ ہوتے ہیں نا' ان کے پاس لٹانے کو بہت محبتیں ہوتی ہیں، خالی خولی محبتیں۔"

سمینہ نے ناول اوندھا کر کے تکیے پر رکھ دیا' اور امینہ کی طرف متوجہ ہو گئی۔

مگر آپا۔

امینہ اٹھ بیٹھی۔ اسے سمینہ کا پھوپھو کے بارے میں تبصرہ پسند نہیں آیا تھا۔

پھوپھو کا اور ہمارا خاندان کوئی الگ تو نہیں ہے۔

ہے' ہم میں اور ان میں فرق ہے۔ ہماری رگوں میں نوابی خون بھی دوڑ رہا ہے۔ تمہیں نہیں پتا نانا ابا ایک پوری ریاست کے نواب تھے۔

لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے آپا، ہمارا نام' ہماری عزت و وقار تو ابا کے نام سے ہے' اور ہمارا خاندان تو وہ ہے نا جو ابا کا ہے۔

تم احمق ہو مینو، پتا ہے میری سب فرینڈز کو یہ پتا ہے کہ میں نواب آف راج گڑھ کی نواسی ہوں' اور سید عظمت علی شاہ اور سید کرامت علی شاہ میرے ماموں ہیں' اور میں تو سب سے اپنا تعارف نانا ابا کے حوالے سے ہی کرواتی ہوں۔

سب بہت متاثر ہوتی ہیں۔

مگر ہماری پہچان تو ابا ہیں آپا۔ ہماری شناخت تو ان سے ہے نا۔

اس نے بڑے دکھ سے پوچھا' اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

آپ اپنی فرینڈز سے یہ کیوں نہیں کہتیں کہ آپ سید جعفر علی شاہ کی بیٹی ہیں۔ کیا آپ کو اس بات پر فخر نہیں ہے کہ آپ ابا کی بیٹی ہیں؟

دیکھو مینو!" سمینہ نے اس کو سمجھانے کی انداز میں کہا۔ "تم ابھی بہت چھوٹی ہو، تم ان باتوں کی نزاکت کو نہیں سمجھ سکتیں۔

وہ اب اتنی چھوٹی بھی نہ تھی' آپا کی بات کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔ اور اسے آپا کی یہ بات بالکل پسند نہیں آئی تھی' اور اس کا دل اندر ہی اندر عجیب سے درد سے دوچار ہو گیا تھا۔

یہ آپا ایسا کیوں سوچتی ہیں؟

اسے چپ دیکھ کر سمینہ ہولے سے ہنس دی۔

میری بھولی بہن میں صحیح کہتی ہوں۔ تو ابھی ان نزاکتوں کو نہیں سمجھ سکتی، تجھے نہیں خبر کہ دنیا کس طرف جا رہی ہے، لوگ اسٹیٹس کے دیوانے ہیں' اور اب تو ہی بتا یہ اپنا تینی ہے نا۔ کس قدر فرق ہے تینی اور مون وغیرہ میں۔ بھلا تینی کا ان سے کیا مقابلہ؟

تینی کے ذکر سے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔

ذرا سی دیر میں ہی وہ اسے کاشف کی طرح عزیز ہو گیا تھا' بلکہ اس کی تو اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی تینی سے۔

ہاں اب چاند اور مون کی زندگی میں کتنا گلیمر ہے' اور کس قدر تیز لڑکے ہیں وہ اور یہ تینی ایک دم سے ٹھس۔

سلام آپا!" یوں ادب سے مجھے سلام کیا' جیسے میں اس کی کزن نہیں اس کی استانی ہوں۔ میں تو سمجھ رہی تھی شاید ابھی قاعدہ کھول کر مجھ سے قرآن کا سبق لینے بیٹھ جائے گا۔

دراصل وہ پہلی بار آپ سے ملا ہے نا، اس لیے شرمارہا تھا۔

امینہ نے اس کی حمایت کی۔

نہیں مینو! یہ متوسط طبقے کے لڑکے جو ہوتے ہیں نا، یونہی ہوتے ہیں جھینپو سے۔ ان میں جرأت نہیں ہوتی۔ ایک وہ چاند اور مون ہیں کس قدر فرینکلی بات چیت کرتے ہیں۔

اس نے برا سا منہ بنایا' لیکن سمینہ کی بات کی تردید نہیں کی' اور لمحہ بھر کچھ سوچنے کے بعد ایک دم سے پوچھا۔

اور... اور تیمور بھائی وہ کیسے لگے آپ کو؟

بس ٹھیک ہی ہیں۔

سمینہ نے پھر کتاب اٹھالی۔

نہیں آپا! آپ نے دھیان سے انہیں نہیں دیکھا۔ وہ تو اتنے خوبصورت ہیں' اور وہ جو ٹی وی پہ ڈرامہ نہیں آیا تھا "بڑھیا۔" اس میں وہ جو بڑھیا بنے تھے' بالکل ویسے ہی ہیں۔

تم نے عظمت ماموں کے شوبی کو نہیں دیکھا۔ اس کے سامنے تو تمہارے یہ تیمور بھائی پانی بھرتے نظر آئیں۔

سمینہ کے رخساروں اور آنکھوں میں ایک چمک سی آگئی۔

اس قدر جولی ہیں نا شوبی۔ ایمان سے جب میں پچھلے برس کراچی گئی تھی نا' تو بہت مزا آیا۔ بہت انجوائے کیا' اور شوبی نے تو اس قدر ہمیں سیریں کرائیں کہ کیا بتاؤں' اور پھر وہ باتیں اتنی خوبصورت کرتا ہے کہ... اور یہ تمہارے تیمور بھائی تو صرف مسکرانا ہی جانتے ہیں۔

نہیں تو۔" وہ بجھ سی گئی۔

تیمور بھائی تو بہت مزے مزے کی باتیں کرتے ہیں۔

خاک!" سمینہ نے برا سا منہ بنایا اور کتاب لے کر لیٹ گئی۔

امینہ نے چپکے چپکے اسے دیکھا۔

سمو آپا کتنی خوبصورت ہیں، نیلے کانچ ایسی آنکھیں اور پھر رنگت کیسی فیئر ہاتھ لگاؤ تو میلی ہونے کا ڈر اور تیمور بھائی بھی۔ کتنا اچھا چاند سورج کا جوڑا ہوتا۔ پر سمو آپا کو تو تیمور بھائی پسند ہی نہیں ہیں' اور وہ شوبی بھائی... یقیناً وہ بھی چاند اور مون ہی کی کوئی شے ہوں گے' بے ڈھنگے اور بے سرے سے۔

اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

اب کیا پتا کہ سمو آپا کو تیمور بھائی کیوں پسند نہیں آئے۔ شاید انہوں نے دھیان سے انہیں دیکھا ہی نہیں۔ آئی تھی تو کتنی دیر سے تھیں، جب کھانا لگ چکا تھا' اور پھوپھو بیچاری مارے محبت کے ہر پندرہ منٹ بعد پوچھتی تھیں سمو نہیں آئی۔ اور جب سمو آپا آئی تو کیسی رُکھائی سے ملی تھیں' اور تیمور بھائی کی طرف تو شاید اچھی طرح دیکھا ہی نہیں۔ البتہ کھانا کھاتے ہوئے اس نے تیمور بھائی کی چوری پکڑی تھی، وہ کتنی گہری نظروں سے سمو آپا کو دیکھ رہے تھے، شاید انہیں سمو آپا بہت اچھی لگی تھیں... اور کیا پتا؟

اس کے دل میں اُمید کی ایک کرن سی جاگی۔

سمو آپا کو بھی تیمور بھائی اچھے لگنے لگیں۔ ابھی تو پھوپھو پندرہ دن یہاں رہیں گی' اور ان پندرہ دنوں میں... ناممکن تو نہیں ہے نا۔

اور اس نے مسکراتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔ اور دل ہی دل میں دعا مانگنے لگی کہ سمو آپا کا دل پسیج جائے۔ لیکن اس کی دعائیں بے اثر ہی گئیں۔ سمو آپا نے ذرا بھی تیمور بھائی کو لفٹ نہیں کرائی تھی۔ وہ تو اکثر گھر سے ہی غائب ہو جاتیں، اتنی ممی کے ہاں میلاد ہوتا۔ اور جتنی دیر گھر پر رہتیں اپنے کمرے میں ہی گھسی رہتیں۔ تعلیم سے فارغ ہو چکی تھی' ورنہ یونیورسٹی کا بہانہ بھی ہوتا۔ ایک دو بار انہوں نے دبے لفظوں میں اماں سے عظمت اور کرامت ماموں کے ہاں جانے کا کہا' لیکن اماں نے خلاف توقع ٹوک دیا۔

اے لو سمو! تمہیں بے وقت ہی سوجھتی ہے۔ اب کیا کہیں گی تمہاری پھوپھو، اتنے سالوں بعد تو وہ آئی ہیں۔ چلی جائیں تو چلی جانا تم بھی۔

اے سنو مینو۔

جانے سے ایک روز پہلے تیمور بھائی نے پوچھا۔

یہ تمہاری آپا کیا پردہ نشین ہو گئی ہیں۔ دو تین روز سے نظر نہیں آ رہیں۔

نہیں تو تیمور بھائی۔

وہ کچھ گھبرا سی گئی۔

آپ کو پتا ہے ان کی عادت کا۔ وہ کچھ کم گو سی اور تنہائی پسند سی ہیں۔" اس نے دل ہی دل میں کہا اور مسکرا دی۔

صاف جھوٹ۔

اچھا!" تیمور بھائی نے معنی خیز انداز میں اچھا کہا۔

تنہائی پسند لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ روز روز پارٹیاں اور فنکشن اٹینڈ کرتے ہیں۔

اوہ دراصل۔" اس نے سٹپٹا کر انہیں دیکھا۔

جھوٹ تو مجھ سے زندگی بھر کبھی بولا ہی نہیں جائے گا۔ لعنت ہو مجھ پر، ایک اماں اور آپا ہیں کس صفائی سے جھوٹ بولتی ہیں کہ سچ کا گمان ہوتا ہے۔ اس نے پوچھا۔

بات یہ ہے تیمور بھائی کہ آپا کچھ مغرور سی ہیں۔" اس نے پیشانی سے پسینے کے قطرے صاف کیے۔

اور انہیں ہم لوگ کچھ زیادہ پسند نہیں ہیں۔

کیا مطلب۔۔۔؟" تیمور بھائی نے حیرت سے اسے دیکھا۔

میرا مطلب ہے

افوہ اب وہ کیا کہے، کیسے سمجھائے تیمور بھائی کو کہ آپا کو ابا کے متوسط طبقے سے متعلق ہونے پر سخت اعتراض ہے۔ اور ابا کے حوالے سے ابا کے رشتے دار بھی انہیں اچھے نہیں لگتے۔

ہاں بھئی، کیا مطلب ہے تمہارا؟

تیمور ایک دم سنجیدہ سے ہو گئے تھے۔

وہ بات یہ ہے تیمور بھائی ہے کہ

اس نے سر کھجایا۔

وہ جو آپا ہیں نا وہ اپنے کو رائل فیملی کا فرد سمجھتی ہیں۔

رائل فیملی۔

ہاں!" اس نے معصومیت سے سر ہلایا۔

مگر ماموں تو

ہاں ابا تو سیدھے سادھے اسٹیشن ماسٹر ہیں' اور ان کے سات پشتوں میں کوئی نواب نہیں رہا ہو گا۔

اس نے تیمور کی بات کاٹ دی۔

ہاں نواب تو نہیں رہے' لیکن اماں بتاتی ہیں۔ نانا ابا کی بڑی زمینداری تھی' اور کافی بڑی جاگیر تھی۔ وہ تو پاکستان بننے کے بعد سب کچھ ادھر ہی رہ گیا۔ تیمور بھائی آپ میری بات نہیں سمجھ رہے ہیں نا۔ آپا جو ہیں از خود کو نانا ابا یعنی نواب آف راج گڑھ کے حوالے سے متعارف کرواتی ہیں۔

اوہ... آئی سی۔

پتا نہیں مقابلے کا امتحان آپ کیسے دیں گے۔ اتنی سی بات تو آپ کی سمجھ میں آ نہیں رہی تھی۔

اس نے برا سا منہ بنایا۔

بس کیا کروں مینو گڑیا کچھ عقل ذرا موٹی ہے۔ بائے داوے تمہاری یہ آپا اپنا مائنڈ چینج نہیں کر سکتیں؟

ناممکن... قطعی نہیں۔ دنیا اِدھر سے اُدھر ہو سکتی ہے' لیکن آپا نہیں بدل سکتیں۔

کاشف نے اندر آتے ہوئے کہا۔

تنویر بھی اس کے ساتھ تھا۔

یعنی بہت مایوس کن کنڈیشن ہے۔

ہوں، سوفی صد۔

خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے۔

تنویر ناک میں منمنایا۔

اوہ تینی کے بچے کتنی بار تم سے کہا ہے یہ ناک میں میں من من مت کیا کرو۔ کسی دن میرے ہاتھوں خرچ ہو جاؤ گے۔

تیمور اس کے ناک میں بولنے پر بہت چڑتے تھے ' اور وہ بھی جان بوجھ کے انہیں چڑاتا تھا۔

کوئی بات نہیں ظل الٰہی، شہید کہلاؤں گا ' اور سیدھا جنت میں جاؤں گا۔

اے مینو... مینو بھئی کہاں ہو تم؟

سمو آپا اسے ڈھونڈتی اور پکارتی ہوئی ادھر ہی آ گئیں۔

جی آپا!" وہ سعادت مندی سے بولی۔

میں ادھر ہوں کاشی کے کمرے میں۔

اوہ یہاں ہو تم۔" پردہ ہٹا کر انہوں نے سب کو دیکھا ' پھر اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

اماں تمہیں بلا رہی تھیں ' کہہ رہی ہیں کہ پھوپھو جان کے ناشتے کے لیے بوا کے ساتھ مل کر قیمے والے پراٹھے پکوا لو اور

اس تکلف کی کیا ضرورت ہے۔ ٹرین میں سب کچھ مل جاتا ہے۔

تیمور نے سمینہ کو مخاطب کیا۔

ہاں... لیکن اماں کا خیال ہے کہ گھر کے کھانے کی بات ہی اور ہوتی ہے۔

وہ جانے کے لیے مڑیں ' لیکن تنویر نے روک لیا۔

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں۔

کاش پوچھو مدعا کیا ہے۔

کیا مطلب...؟

سمینہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

مطلب وطلب کچھ نہیں قابل احترام سمو آپا' بس ایک گزارش ہے کہ ہم جو آپ کے سگے پھوپھی زاد ہیں' اور جو پندرہ دن سے یہاں پڑے ہیں' ہماری خواہش ہے کہ جانے سے پہلے آپ کچھ وقت ہم غریبوں کو بھی دے دیں، تاکہ جب جائیں تو یاد تو رہے کہ ہماری سمو آپا

اچھا!" سمینہ جانے کس موڈ میں تھیں کہ ہنس کر بیٹھ گئیں۔

چلو اب کرو باتیں۔

ہاں، اب ہوئی نا بات۔

وہ وہیں پلنگ پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی' اور تیمور کھڑکی کے پاس کھڑے باہر دیکھتے رہے، سمو نے ان کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی' خود انہوں نے بھی اسے مخاطب نہیں کیا۔ البتہ وہ ایک بار کنکھیوں سے اسے دیکھا۔ وہ تنویر کے سنائے ہوئے لطیفوں پر ہنس رہی تھیں۔

سمو اتنی مغرور بھی نہیں ہے۔" انہوں نے سوچا۔

اور اس کے ساتھ زندگی گزاری جا سکتی ہے۔ اس کے دل کے اندر کہیں کوئی گداز گوشہ ضرور ہے' اور نہ وہ تینی کے رونے پر ہرگز نہ رکتی۔ زندگی کے سفر میں اتنا خوبصورت ساتھی مل جائے تو زندگی کتنی خوبصورت ہو جائے۔

ہلکی سی مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پر آ گئی۔

دراصل اماں کے ساتھ ان کے آنے کا مقصد بھی یہی تھا' کہ وہ سمو کو دیکھ لیں، پرکھ لیں۔ طیبہ بیگم کی دلی خواہش تھی کہ وہ سمو کو اپنی بہو بنائیں۔ اگرچہ تیمور ان سے دو برس چھوٹے تھے' اور ان کے تردد کی وجہ بھی شاید یہی تھی۔ اور انہوں نے اماں کو سمجھانے کی بہت کوشش کی تھی کہ مرد اور عورت کی عمر میں کم از کم چھ سات برس کا فرق ضرور ہونا چاہیے' اور اس حساب سے تو مینو پوری اترتی تھی' لیکن جب انہوں نے سمو کو دیکھا' تو بے اختیار اماں کے

انتخاب کی داد دی' لیکن پھر اس کے سرد رویئے سے وہ کچھ مایوس سے ہو گئے تھے' مگر اب تینی کی باتوں پر ہنستی ہوئی وہ انہیں بڑی اپنی اپنی سی لگی' اور انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اماں کی بات مان لیں گے۔

ارے تیمور بھائی آپ کے ہنسنے پر پابندی ہے کیا؟

تنویر نے انہیں بلایا تو وہ چونکے۔

کیوں... کیا ہوا؟

کچھ نہیں' لیکن میں نے اتنا اچھا لطیفہ سنایا' اور آپ مسکرائے تک نہیں۔

دراصل میں کچھ اور سوچ رہا تھا۔

ابھی آپ اتنے امیچور نہیں ہوئے تیمور بھائی کہ ہنسنے میں ہمارا ساتھ بھی نہ دے سکیں۔

کاشف نے بازو پکڑ کر انہیں کھینچا تو وہ ہنستے ہوئے کھڑکی کے پاس سے ہٹ آئے۔

پھر کتنے سارے دن گزر گئے۔ امینہ کو پھوپھو' تیمور بھائی اور تنویر بہت یاد آتے۔ اس کا بہت دل چاہتا کہ وہ چھٹیوں میں پھوپھو کے پاس جا کر رہے' لیکن ہر بار کوئی نہ کوئی بات ہو جاتی۔ ایک بار اماں بیمار پڑ گئیں' اور ایک بار سمو آپا اڑ گئیں کہ وہ تو عظمت ماموں کے ہاں جائیں گی۔ حالانکہ ان کے تین ووٹ تھے، وہ اور کاشف پھوپھو کے ہاں جانا چاہتے تھے، جب کہ اماں اور آپا عظمت ماموں کے ہاں اور ہمیشہ کی طرح سمو آپا اور اماں ہی جیتیں، کاشف ناراض ہو گیا۔

مجھے نہیں جانا ان کے ہاں، ایسا لگتا ہے جیسے کوئی گناہ کیا ہو ان کے ہاں جا کر۔ نوکر کھانا لگا دے گا، نوکر ناشتہ دے دے گا اور نوکر ہی۔

یہ تم نہیں تمہارا کمپلیکس بول رہا ہے کاشی۔

سمینہ نے کہا تو وہ چڑ گیا۔

کمپلیکس تو آپ کو ہے آپا۔

اور اس سے پیشتر کہ جھگڑا طول کھینچتا ابا نے بیچ بچاؤ کر کے فیصلہ سنا دیا کہ کاشف سمینہ اور امینہ کو عظمت ماموں کے ہاں چھوڑ کر خود گاؤں پھوپھو کے ہاں چلا جائے گا' اور پھر واپسی پر ان کو لیتا آئے گا۔

کیا ہی اچھا ہوتا کہ ابا اسے بھی کاشف کے ساتھ پھوپھو کے ہاں بھیج دیتے۔

اس نے بے دلی سے سوچا تھا' اور چپکے چپکے دو چار آنسو بھی بہا ڈالے تھے۔

مجھے تم سے دلی ہمدردی ہے مینو۔

کاشف نے بڑی سنجیدگی سے کہا تھا' اور اس سے پہلے کہ وہ اسے مارنے کے لیے اٹھتی وہ بھاگ گیا تھا۔ اور وہ عظمت ماموں کے ہاں جا کر کس قدر بور ہوئی تھی۔ حسب معمول مہمان خانہ ان کے لیے کھول

دیا گیا تھا۔ ماموں اور ممانی سے کبھی کبھار ہی ملاقات ہوتی۔ رہے بچے ٹینا، شینا اور نونی ان کی اپنی مصروفیات تھیں۔ دو تین بار وہ کرامت ماموں کے ہاں بھی گئیں' اور پپی اور ڈیزی سے ہیلو ہائے کے سوا کوئی بات نہ ہوئی۔ مون اور چاند اپنے گروپ کے ساتھ کسی ورائٹی پروگرام میں حصہ لینے کے لیے لاہور گئے ہوئے تھے، وہ حد سے زیادہ بور ہو رہی تھی' اور چپکے چپکے دل میں ہی دل میں کاشف کے آنے کی دعائیں مانگتی' لیکن سمینہ بہت خوش تھی' کیونکہ شوبی اچانک ہی امریکہ سے آ گیا تھا۔

ارے تم اچانک کیسے آ گئے شوبی۔

سمینہ نے بے حد خوش ہو کر پوچھا۔

اس وقت وہ دونوں ناشتے کے لیے جا رہی تھیں کہ وہ اچانک ہی کوریڈور میں مل گیا۔

سچ بتاؤں۔

ہوں۔

تم جو یہاں تھیں میرے دل نے کہا' اور میں بھاگا چلا آیا۔

اوہ ناٹی!" سمینہ نے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔

ایک دم فضول۔ یہ آپا اتنا بن بن کر کیوں بولتی ہیں۔" اس نے بیزاری سے سوچا۔

یہ مینو ہے نا۔

وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا' تو اس نے ادب سے سلام کیا۔

سلام شعیب بھائی۔

وعلیکم السلام۔" وہ مسکرا دیا۔ "بڑی باادب بچی ہو۔

تب اس نے پہلی بار سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ مون اور چاند کے مقابلے میں خاصا معقول لگ رہا تھا' لیکن تیمور بھائی کا اور اس کا کیا مقابلہ۔ آپا تو بس یونہی ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھتی ہیں۔ اب وہ شوبی کے متعلق جو بھی رائے رکھتی تھی' لیکن اتنا ضرور ہوا کہ اس کے آنے سے اس کی بوریت کافی حد تک دور ہو گئی تھی۔ شوبی نے انہیں خوب تفریح کروائی تھی' اور انہوں نے خوب انجوائے کیا تھا۔ اکثر تو شوبی اور آپا تنہا ہی چلے جاتے تھے' وہ آپا کو دیکھ کر حیران ہوتی رہتی تھی۔ اور اسے پختہ یقین ہو گیا کہ آپا تو گردن گردن شوبی کی محبت میں ڈوب چکی ہیں' اور یہ کہ اب تیمور بھائی اور ان کا سنجوک ناممکن ہے۔ بے چارے تیمور بھائی۔

وہ بڑی مایوس ہو کر واپس آئی تھی' اور اس نے دل ہی دل میں عہد کر لیا تھا' کہ اب کے چاہے کچھ بھی ہوا اگلی چھٹیوں میں وہ ضرور پھوپھو کے ہاں جائے گی' اور وقتاً فوقتاً وہ اماں اور ابا کو یاد دہانی کراتی رہتی تھی کہ ان چھٹیوں میں اسے پھوپھو کے ہاں جانا ہے۔ سمو آپا نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ یوں شوبی واپس جا چکا تھا۔

اس روز جب کالج میں اس نے سنا کہ چھٹیاں اس دفعہ وقت سے پہلے ہی ہو جائیں گی' کیونکہ شدید گرمی پڑ رہی ہے تو بے حد خوش ہوئی' اور کالج سے آ کر بجائے اپنے کمرے میں جانے کے سیدھی اماں کے کمرے کی طرف گئی' تا کہ انہیں یاد دہانی کرا دے کہ ایک دو روز میں چھٹیاں ہونے والی ہیں' اور انہیں پھوپھو کے ہاں جانا ہے۔ دروازے کے پاس رک کر اس نے دوپٹہ درست کیا۔ اور کتابیں ساتھ پڑی کرسی پر رکھ دیں' تب ہی اندر سے اماں کی آواز

آئی۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے ٗ سمو تیمور کو پسند نہیں کرتی ٗ اور پھر آپ خود اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس کا مزاج اور طرح کا ہے۔ وہ طیبہ کے ہاں خوش نہیں رہ سکے گی۔

تو پھر۔" یہ ابا کی آواز تھی۔

میں وہیں کھڑی ہو کر سننے لگی۔

میرا خیال ہے شوبی اور سمو کا جوڑ ٹھیک رہے گا۔

وہ تو ٹھیک ہے ٗ لیکن کیا کبھی بھابی جان نے تم سے ایسی کوئی خواہش کی؟

ابا پوچھ رہے تھے۔

نہیں، لیکن ایک بار عظمت بھائی نے ذکر کیا تھا کہ شوبی اور سمو کی بہت انڈر اسٹینڈ نگ ہے۔

اچھا، مگر اب آپا کو کیا جواب دوں؟ کتنے مان سے انہوں نے سمو کو تیمور کے لیے مانگا ہے۔

ہائے تو کیا پھوپھو کا خط آیا ہے۔" اس نے سوچا۔

تیمور پڑھا لکھا ہے، اچھی شکل و صورت کا ہے اور اب تو مقابلے کا امتحان بھی اس نے پاس کر لیا ہے۔ کیا جواز ہو انکار کا؟

سید جعفر علی پریشان سے تھے۔

ہمیں اپنے بچوں کو بھی خوشی کا خیال رکھنا چاہیے نا ٗ اور سمو کو میں اچھی طرح جانتی ہوں۔

زندگی میں پہلی بار شاید اماں نے عقلمندی کی بات کی تھی۔

آپ آپا کو لکھ دیں، مینو بھی تو ہماری بیٹی ہے۔ جیسی وہ ویسی ہی مینو۔ وہ مینو کو تیمور کے لیے قبول کر لیں۔ کیونکہ سمو کے لیے ہم عظمت بھائی سے ہاں کر دی ہے۔

مگر ابھی ہاں تو نہیں کی۔

اوہ ہو تو آپ لکھ دیں کہ سمو کو ان کو بیٹا پسند نہیں ہے۔" اماں کی اوہ ہو پر اسے ایک دم ہنسی آ گئی ٗ اور جلدی سے

دروازے کے پاس سے ہٹ آئیں۔ لیکن دل عجیب انداز سے دھڑک رہا تھا۔ دھک... دھک... دھک۔
اس نے بے اختیار دل پر ہاتھ رکھ لیا' ایسا تو اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ اور اب یہ اماں کیا کہہ ہی تھیں' وہ دھڑکتے دل کو سنبھالے اپنے کمرے میں آ گئی۔
یہ ایک نیا جذبہ تھا جس سے وہ روشناس ہوتی تھی۔ ایک انوکھا اور عجیب سا جذبہ' دل رہ رہ کر تیزی سے دھڑک اٹھتا اور رخسار دہکنے لگتے۔ وہ اور تیمور اور وہ۔ اور یہ احساس بڑا ہی خوش کن اور دلکش تھا کہ تیمور جیسا وجیہہ اور اچھا شخص اس کی زندگی کا ساتھی بنے گا۔ کتنے سارے دن گزر گئے تھے، وہ اپنے میں مگن ہر وقت تیمور کے متعلق سوچا کرتی۔ گھر میں باری باری سب نے ہی اس کی خاموشی کو محسوس کیا' اور وجہ پوچھی' لیکن اس نے ٹال دیا' اب وہ کیا کہتی کہ اس کے اندر عجیب سے جذبوں نے ہلچل سی مچا رکھی ہے۔ ایسے جذبے جن سے اس کے اندر رنگ ہی رنگ بکھر گئے ہیں۔
خوبصورت' خوشنما رنگ اور اس کے
وجود میں ایک خوشبو سی پھیل گئی ہے' محبت کی خوشبو اور وہ ہرن کی طرح اپنی خوشبو میں مست ہوئی جا رہی ہے۔
شاید مجھے تیمور بھائی سے محبت ہو گئی ہے۔" اس نے کاپی پر آڑی ترچھی لکیریں مارتے ہوئے سوچا۔
مگر کیا محبت ایسی ہوتی ہے کہ دل کسی کے نام پر یکدم دھڑک اٹھے۔ تیز اور تیز جیسا کہ میرا دل تیمور بھائی کے تصور سے ہی دھڑک اٹھتا ہے۔
پتا نہیں ابا نے پھوپھو جان کو خط لکھا ہے یا نہیں' اور اگر لکھ دیا ہے تو جانے پھوپھو جان کیا جواب دیں' کیا پتا تیمور بھائی مجھ سے شادی کرنے سے انکار کر دیں۔ میں آپا جتنی خوبصورت بھی تو نہیں، اور پھر تیمور بھائی تو مجھے بچی سمجھتے تھے۔ اور اب تو دو سال میں میں خاصی بڑی ہو گئی ہوں۔ تیمور بھائی دیکھیں تو حیران رہ جائیں۔ لیکن سمو آپا۔
مینو۔ مینو!" کاشف اسے بلاتا ہوا اندر آ گیا۔
یہ تم اعتکاف میں کیوں بیٹھی ہوئی ہو۔
اس نے امینہ کے ہاتھ سے کاپی لے لی۔ وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے ایک نظر کاپی پر دیکھا' جہاں ٹیڑھی میڑھی' آڑی ترچھی لکیریں ماری ہوئی تھیں' اور پھر یوں ہی کاپی ہاتھ میں پکڑے پکڑے اس کے

قریب بیٹھ گیا' اور بڑے پیار سے پوچھا۔

کیا بات ہے مینو، تم اتنی چپ چپ سی کیوں ہو۔'' اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

نہیں کوئی بات تو ہے۔ کیا کوئی سہیلی ناراض ہو گئی ہے؟ یا پھر۔

نہیں کوئی بات بھی نہیں ہے کاشی۔

اس نے بھاری آواز میں کہا' اور خود بخود ہی اس کی آنکھیں نم ہوئی جا رہی تھیں۔

کوئی بات تو ہے مینو کیا مجھے نہیں بتاؤ گی۔'' کاشف نے بڑے خلوص اور محبت سے کہا' تو آنسو بے اختیار اس کی آنکھوں میں آ گئے۔

کاشی! کیا میں سمو آپا کے مقابلے میں بہت بدصورت ہوں۔

تو آپا نے کچھ کہا ہے۔ دیکھو مینو تم آپا کی بات کا برا نہ مانا کرو۔ وہ تو ہمیشہ سے ایسی ہی ہیں کچھ کچھ مغرور سی اور پھر

اس میں آپا کا بھی کچھ قصور نہیں ہے۔ دراصل اماں نے ہی انہیں

کاشی۔'' اس نے اسے ٹوک دیا۔

آپا دل کی بری نہیں ہیں مینو۔

مجھے پتا ہے۔

اس نے انگلی کی پوروں سے اپنے آنسو پونچھے۔

بس تم مجھے صرف یہ بتاؤ کہ کیا میری شکل بہت بری ہے؟

اگر میں کہوں ہاں تو تم کیا کر لوگی۔

کاشف کو شرارت سوجھی۔

میں، میں بھلا کیا کر سکتی ہوں۔

اس نے دکھے دل سے کہا' اور ایک بار پھر آنسو اس کی آنکھوں میں آ گئے۔

دیکھو مینو۔ تم بہت پیاری' بہت خوبصورت ہو' اور یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ تمہاری شکل بری ہے۔ کچھ خوبصورتیاں ایسی ہوتی ہیں جو دکھائی دیتی ہیں' اور کچھ ایسی ہوتی ہیں جنہیں صرف محسوس کیا جاسکتا ہے۔ تمہاری خوبصورت صرف نظر ہی نہیں آتی، محسوس بھی ہوتی ہے۔

اوہ

اس نے بڑی حیرت سے کاشف کو دیکھا' جو عمر میں اس سے چھوٹا تھا' اور فرسٹ ائیر کا سٹوڈنٹ تھا' لیکن کتنی بڑی بڑی باتیں کر رہا تھا۔

اس کی آنکھوں میں جگمگاہٹیں سی اتر آئیں۔

یقین نہیں آتا تو آئینے میں دیکھ لو۔

ارے مینو کی بچی! تمہاری تو آنکھیں ہی اتنی خوبصورت ہیں کہ آپا کا سارا حسن ایک طرف اور تمہاری آنکھیں ایک طرف۔

اچھا سچ۔" اس نے ہولے سے اپنی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ لڑکیاں بھی تو اس کی آنکھوں اور اس کی پلکوں کی بہت تعریفیں کرتی تھیں۔

چلو اب اٹھو۔ باہر چلو اور ایک کپ چائے بنا دو۔ مجھے سر میں درد ہو رہا تھا۔ بوا بے چاری آرام کر رہی ہیں' اور تمو شاید کہیں کام سے باہر گیا ہے۔

اچھا۔" وہ اٹھ کر چپل پہننے لگی۔

اور وہاں یہ پھوپھو جان کے ہاں جانے کا چاؤ ختم ہو گیا؟" کاشف نے اس کے پلنگ پر دراز ہوتے ہوئے پوچھا۔

کہاں تو صبح و شام ابا جان کو یاد دہانی کرائی جاتی تھی' اور کہاں اب چھٹیاں ہوئے دس دن بیت گئے ہیں' محترمہ نے ایک دفعہ بھی جانے کو نہیں کہا۔

اب اسے کیا پتا کہ اماں میرے متعلق کیا سوچ رہی ہیں اور پتا نہیں

وہ تو اچھا ہوا ابا نے رات خود ہی مجھ سے کہا کہ پروگرام بنا لو۔" کاشف نے کہا۔

سچ۔" بے اختیار اس نے مڑ کر اسے دیکھا۔

ہاں ابا میں اور تم پھوپھو جان کے ہاں چلیں گے' اور اماں اور آپا کرامت ماموں وغیرہ کے ہاں جائیں گی۔

مگر۔ مگر کیا پھوپھو جان کا کوئی خط آیا ہے۔

نہیں۔ میرے خیال میں تو نہیں۔

کاشف نے آنکھیں بند کر لیں' اور یونہی آنکھیں موندے موندے کہا۔

سنو اگر سر درد کی ایک گولی مل جائے تو وہ بھی لیتی آنا۔

اچھا

وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ لیکن میں پھر وسوسے سے جاگ اٹھے تھے۔

جانے پھوپھو کیا کہیں۔

کیا پتا وہ صرف سمو آپا کو ہی بہو بنانا چاہتی ہوں۔ لیکن نہیں سمو آپا سے زیادہ تو وہ مجھ سے پیار کرتی تھیں۔

سمو آپا تو گھڑی دو گھڑی کے لیے کبھی ان کے پاس بیٹھی تک نہ تھیں۔ بس سارا وقت کمرے میں ہی گھسی رہتی تھیں، پھوپھو کا کتنا دل چاہتا تھا کہ وہ ان کے پاس آ کر بیٹھیں' اور باتیں کریں۔ مگر آپا انہیں تو بس شوبی بھائی اچھے لگتے ہیں۔ شکر ہے وہ مون اور چاند کی طرح جو کر نہیں لگتے بس گوارا ہی ہیں۔ اس نے برا سا منہ بناتے ہوئے چائے کا پانی چڑھا دیا۔

تب ہی آپا بوکھلائی ہوئی سی اندر داخل ہوئیں۔

ارے مینو۔ سنو۔ سنو تو۔

کیا ہوا آپا؟" وہ گھبرا کر مڑی۔

وہ... وہ آئے ہیں مینو شوبی، آنٹی اور عظمت ماموں۔

کیا؟

اسے بھی حیرت کا شدید جھٹکا لگا، کم از کم اس کے ہوش میں پہلی بار آنٹی اور شوبی ان کے گھر آئے تھے' البتہ کرامت ماموں اور عظمت ماموں ایک دوبار آئے تھے' ایک بار جب اماں شدید بیمار پڑی تھیں' اور ایک بار جب ابا کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔

ہاں میں نے ابھی کھڑکی میں سے دیکھا ہے، وہ لوگ گاڑی میں سے سامان اتار رہے تھے۔ دیکھو مینو بیل ہو رہی ہے۔

سمو بہت ایکسائیٹڈ ہو رہی تھیں۔

کاشی... کاشی۔

انہوں نے وہیں کچن کے دروازے میں سے آواز دی۔

دیکھو باہر کون آیا ہے۔

اور پھر امینہ کو وہیں حیران و پریشان چھوڑ کر وہ باہر کی طرف بھاگیں' تا کہ اماں کو ان کے آنے کی اطلاع دے سکیں۔

امینہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

ہو نہ ہو آنٹی ضرور سمو آپا کے لیے شوبی بھائی کا رشتہ لائی ہیں۔

اس نے سوچا اور تھوڑی دیر بعد جب آپا رات کے لیے کھانے کی ہدایت دینے کچن میں آئی' تو اس نے آپا سے بھی یہ بات کہہ دی۔

آپا یہ آنٹی اور عظمت ماموں کہیں شوبی بھائی کا رشتہ لے کر تو نہیں آئے۔

شاید۔" سمو آپا کے رخساروں پر شفق دوڑ گئی۔

سمو آپا! آپ کو شوبی بھائی بہت اچھے لگتے ہیں۔

اس نے آہستگی سے پوچھا۔

ہاں۔" سمینہ کی پلکیں جھک گئیں۔

اور شوبی بھائی بھی آپ کو۔

ہوں۔" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

شوبی تو کہتا ہے کہ وہ میرے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اچھا۔

اس نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں کو مزید پھیلا لیا۔

آپ وہاں عظمت ماموں کے گھر بہت خوش رہیں گی آپا۔

سمینہ نے اس کی طرف دیکھا، اس کی یہ چھوٹی بہن کس قدر احمق اور بے وقوف سی تھی' اور کیسے الٹے سیدھے سوالات کرتی تھی۔

مینو تم بھی بس۔

آپا، میری اچھی آپا!" اس نے سمینہ کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔

خدا آپ کو ہمیشہ خوش رکھے ہمیشہ اور شوبی بھائی بھی آپ کو ہمیشہ اسی طرح چاہتے رہیں۔

اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

پاگل ہو تم بھی مینو۔

سمینہ نے اس کی باہیں اپنے گلے سے نکالیں' اور بوا کو دیکھنے لگیں' جو ایک طرف بیٹھی پیاز چھیل رہی تھیں۔

امینہ نے ایک نظر سمینہ کی طرف دیکھا' اور پھر تیزی سے باہر نکل آئی۔ خواہ مخواہ ہی اس کا دل بھر آیا تھا۔ بس وہ ایسی ہی تھی' چھوٹی سی۔ بات بات پر رو دیتی تھی' اور چھوٹی چھوٹی باتیں ہی اسے خوش کر دیتی تھیں۔ اب اس وقت سمینہ سے جدائی کا خیال اس اندر ہی اندر پگھلا رہا تھا۔

اللہ! آپا چلی جائیں گی تو کس قدر یاد آئیں گی۔" اس نے اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے سوچا۔

کاشف ٹوکری ہاتھ میں اٹھائے گنگناتے ہوئے اپنے کمرے سے باہر نکلا۔

کدھر جارہے ہو؟" امینہ نے پوچھا۔

آم، آلو بخارے، آئسکریم۔

وہ جیب سے لسٹ نکال کر پڑھنے لگا۔

بس بس۔

امینہ نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

لگتا ہے اماں آج ہی انہیں ساری ڈشز کھلا دیں گی، بھئی اب وہ لوگ آئے ہیں تو کچھ دن رکیں گے ہی نا۔

ہاں شاید۔

وہ ٹوکری جھلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

اس نے ذرا سا جھانک کر دیکھا۔ شوبی بھائی کاشف کے بیڈ پر لیٹے تھے۔ عظمت ماموں اور ممانی تو ابا کے کمرے میں آرام کر رہے تھے' اور اماں بے چاری اکیلی بڑے کمرے میں بیٹھی پان بنا بنا کر کھا رہی تھی۔ اب ظاہر ہے ممانی تو ممانی تھیں' کوئی پھوپھو جان تو تھیں نہیں کہ سب کے ساتھ بڑے کمرے میں بیٹھی تھی اور سفر کی تھکان کے باوجود باتیں کیے جا رہی ہیں۔ حتیٰ کہ رات کو بھی ضد کر کے سب کے بستر بڑے کمرے میں لگوا دیئے تھے (سوائے سمو آپا کے) کہ سالوں بعد تو ملے ہیں جی بھر کر باتیں کریں گے' اور یہاں تو بڑی ممانی نے ڈھنگ سے بات تک نہ کی تھی۔ چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر آرام کرنے چلے گئے تھے۔ وہ اپنے کمرے کی طرف جاتے جاتے پلٹ آئی۔

اماں!" اس نے بڑے کمرے میں جھانکا۔

آپ بھی تھوڑی دیر آرام کریں، ابا تو شاید دیر سے آئیں۔

لو بھلا اب کہاں آرام کا ٹائم ہے، چار تو بجنے والے ہیں۔ اور میں نے تو ابھی نماز بھی نہیں پڑھی۔

تو پھر جلدی کریں نا دیر ہو رہی ہے۔ ابا کہتے ہیں نماز میں دیر نہ کیا کرو۔

اچھا سبق نہ دے مجھے۔

اماں یہ اچانک ماموں جان کیسے آگئے۔" اس نے تجس سے پوچھا۔

پہلے تو یہ لوگ کبھی نہیں آئے تھے ہمارے گھر۔

اے عظمت کوئی فارغ تو بیٹھے نہیں کہ جب دل چاہا اٹھ کے چل دیں' سو طرح کے کام ہوتے ہیں۔ اب دل چاہا ہو گا، فرصت ہوگی تو چلے آئے۔ بہن کا گھر ہے جم جم آئیں۔

وہ تو ٹھیک ہے اماں لیکن۔

بات تو اس کے دل میں اٹکتی ہی نہ تھی، کھد بھد ہو رہی تھی کہ اپنے خیال سے اماں کو آگاہ کر دے۔

وہ میرا خیال ہے اماں۔

اس نے بڑی رازداری سے اِدھر اُدھر دیکھا۔

ہو نہ ہو ماموں جان ضرور آپا کے لیے شوبی بھائی کا رشتہ لائے ہوں گے۔

اماں کی آنکھوں میں جگمگاہٹیں سی اتر آئیں، مینو نے تو ان کے دل کی بات کہہ دی تھی۔

چل ہٹ جو منہ میں آتا ہے بک دیتی ہے۔

انہوں نے اپنی خوشی دل ہی میں چھپاتے ہوئے کہا۔

وہ ان کے کندھے پر لٹک سی گئی۔

جب ہم ماموں جان کے ہاں گئے تھے ناں تو شوبی بھائی' سچی اماں شوبی بھائی اور سمو آپا کا جوڑا خوب رہے گا۔ اماں آپ سمو آپا کی شادی جلد کر دیں گی۔

مینو تو تو سچ مچ پاگل ہے۔

اماں اسے جھٹک کر کھڑی ہو گئیں۔

نماز کو دیر ہو رہی ہے۔ ہاں سنو' کوفتے تم خود بنانا، بوا کوفتے یوں بناتی ہیں جیسے کسی کا سر پھاڑنا ہو ان سے۔

ٹھیک ہے ' اماں بنالوں گی۔

وہ منمنائی۔

لیکن اماں کیا عظمت ماموں اور آنٹی آپا کی منگنی کر کے جائیں گے۔ میں آپ کی منگنی پر اپنی سہیلیوں کو بھی بلاؤں گی۔

او ہو تمہاری تو وہ مثل ہے مینو کہ۔

پلیز اماں۔" اس نے اماں کو بات مکمل ہی نہ کرنے دی۔

اچھا بابا بلا لینا اپنی سہیلیوں کو، دعا کرو کہ جو ہم سوچ رہے ہیں ویسا ہی ہو۔

ویسا ہی ہو گا اماں۔

اس نے پورے یقین سے کہا۔

اب اماں کو کیا پتا کہ شوبی بھائی سمو آپا پر کیسے فدا ہوتے رہتے تھے اور آپا۔ آپا تو بس شوبی بھائی کا دم بھرتی ہیں۔

وہ وہیں اماں کے تخت پوش پر لیٹ کر آپا کی شادی کے خواب دیکھنے لگی۔

لیکن یہ خواب خواب ہی رہے۔ اور عظمت ماموں شوبی بھائی کا رشتہ ملک نذر احمد کی اکلوتی صاحبزادی ٹینا نذر سے طے کر کے واپس کراچی بھی چلے گئے۔ اسے تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ شوبی بھائی سمو آپا کو یوں نظر انداز کر دیں گے۔ کس قدر وہ سمو آپا کی تعریفیں کیا کرتے تھے ' اور اب اماں تو کتنی ہی دیر تک گنگ بیٹھی عظمت ماموں کی طرف دیکھتی رہیں ' اور بڑی دیر بعد بولیں بھی تو بس اتنا۔

مگر سید عظمت علی شاہ یہ ملک نذر تو غالباً سید نہیں ہیں۔

ہاں ہاں تو کیا فرق پڑتا ہے۔ آج کل ذات پات کوئی نہیں دیکھتا۔ اور پھر یہ لڑکی ٹینا وہاں امریکہ میں اپنے شوبی کے ساتھ پڑھتی ہے۔ گرین کارڈ ہولڈر ہے ' اس کے والدین عرصے سے وہیں مقیم ہیں۔ یہاں تو کبھی کبھار ملک صاحب اپنے والد سے ملنے چلے آتے ہیں۔ اور پھر شوبی میاں تو امریکہ ہی سیٹل ہونا چاہتے ہیں۔ آج کل بچوں کی پسند کو اولیت

دی جاتی ہے۔ زندگی تو انہوں نے ہی گزارنی ہوتی ہے نا بجو۔

اور اماں بے چاری تو بس چپ گھپ ٹکر ٹکر انہیں دیکھتی رہیں، ان کی عمر تو اسی خاندان کے چکر میں ہی گزر گئی تھی ' اور اگر سید جعفر علی شاہ نہ ملتے تو شاید وہ تو بابل کی دہلیز پر ہی بیٹھی رہ جاتیں۔

ابا نے اس مسئلے پر کوئی خاص تبصرہ نہیں کیا تھا۔

شکر ہے میں نے ابھی آپا کو جواب نہیں دیا تھا۔" انہوں نے محض اتنا ہی کہا۔

سب سے زیادہ دکھ تو سمینہ کو ہوا تھا۔ کتنے دن تو وہ کمرے سے باہر ہی نہ نکلیں۔

بے چاری آپا

وہ بہانے بہانے ان کی دلجوئی کرنے کی کوشش کرتی ' اور شوبی بھائی کو لے نقط سناتی۔

سمینہ کو کتنا شدید صدمہ پہنچا تھا ' اور امن کے غم کی نوعیت کتنی گہری تھی، اس کا انہوں نے اظہار نہیں کیا تھا ' لیکن وہ دل ہی دل میں ان کے لیے کڑھتی رہتی۔ پورا گھر ہی اداس لگتا تھا۔ کاشف جو اس ساری صورتحال سے قطعی ناواقف تھا ' وہ بھی نہ جانے کیوں خاموش خاموش سا تھا ' اور اس خاموش فضا میں پھوپھو کے خط نے خوشی کی لہر سی دوڑا دی تھی۔ انہوں نے بڑے خلوص سے سب کو بلایا تھا۔

بچوں کی چھٹیاں ہیں، اب کے ضرور انہیں بھیجو۔" اور جب جعفر علی شاہ نے سب کی رائے پوچھی تو سب سے پہلے سمینہ نے خوشی کا اظہار کیا۔

ہاں ابا ہم ضرور جائیں گے مجھے شوق ہے پھوپھو کے گھر جانے کا۔

ایں۔" کاشف اور امینہ نے بیک وقت حیرت سے سمینہ کی طرف دیکھا ' لیکن وہ ان سے بے نیاز ابا سے پوچھ رہی تھیں۔

ہاں تو ابا کب چلیں گے پھوپھو کے ہاں؟

ہوں!" مینو نے ہولے سے سر جھٹک کر کاشف کے کان میں سرگوشی کی۔

یہ آپا ہمیشہ حیران کرتی ہیں۔

یہ کایا پلٹ ہوئی کیسے؟ آپا تو پھوپھو جان کا نام سن کر ہی اچھل پڑی تھیں۔

کاشف نے بھی جواب میں سرگوشی کی۔

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے؟

وہ بھی منمنائی۔

اماں! آپ بھی چلیں نا ہمارے ساتھ۔

نہ بچو، تم آؤ۔ مجھے اپنے گھر کے سوا کہیں چین نہیں ملتا۔

اماں سچ مچ اداس تھیں مینو کا دل ان کے لیے دکھ گیا۔

اماں آپ کرامت ماموں کے ہاں چلی جائیں بہت عرصہ سے نہیں گئیں۔

اس نے بڑے خلوص سے مشورہ دیا۔

ارے بچو تم میری فکر نہ کرو، اپنی تیاری کروالیں' بس یہیں ٹھیک ہوں۔ تمہارے ابا چلے جائیں گے ایک دو روز کے لیے۔

میں!" جعفر علی شاہ نے حیرت سے پوچھا۔

ہاں، آپ نے طیبہ کے خط کا جواب تو دیا نہیں تھا۔ اب سامنے ہی بات کر لیجیئے گا۔

کیا بات؟

انہوں نے پوچھا تو اماں نے مڑ کر سب کی طرف دیکھا۔

ایک تو آپ کا حافظہ بڑا کمزور ہو گیا ہے۔

اوہ ہاں اچھا ٹھیک ہے۔" ابا کو بھی شاید یاد آ گیا تھا۔

مینو کا دل یکبارگی بڑے زور سے دھڑکا۔ اور اس کے رخسار تپ سے گئے۔ وہ ایک دم کھڑی ہو گئی۔

تو ہم تیاری کریں۔

ہاں۔ہاں میں کارڈ بنوالوں گا۔

اس کے پیچھے ہی سمینہ اور کاشف بھی نکل آئے۔ اس نے بڑے غور سے آپا کے چمکتے ہوئے چہرے اور مسکراتی ہوئی آنکھوں کو دیکھا' جن میں ملال کے کوئی رنگ نہ تھے، دکھ کا کوئی شائبہ تک نہ تھا۔

آپا آپ کو دکھ نہیں ہوا شوبی بھائی کی منگنی کا۔" ان کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اس نے پوچھا۔

لعنت بھیجو سمو آپ سر دھوکے باز، فریبی۔ نفرت ہے مجھے ایسے مردوں سے۔

لیکن وہ تو کہتے تھے' آپ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے' تو کیا اب زندہ رہ لیں گے وہ۔

اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

تم بہت بھولی ہوئی مینو۔" سمو آپا نے پیار سے اسے دیکھا۔

یہ سب مرد ایسے ہی ہوتے ہیں۔یونہی باتیں کرتے ہیں' لیکن مرتا ورتا کوئی نہیں۔

اور آپ آپا؟

میں۔" وہ ہولے سے ہنسیں۔

ہاں آپ شوبی بھائی کے بغیر۔

میں ان بے وقوف لڑکیوں میں سے نہیں ہوں مینو۔ جو کسی بات کو روگ بنا لیتی ہیں۔ مجھے دکھ ضرور ہوا' لیکن میں بھی اس شوبی کے بچے کو بتادوں گی کہ دنیا اس جیسے لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔

ہاں ٹھیک ہے' سچ تو یہ ہے کہ مجھے تو شوبی بھائی ذرا پسند نہ تھے۔ وہ تو بس آپ کو پسند تھے' نا اس لیے میں بھی راضی ہو گئی تھی۔

ہاں تو تو میری دادی اماں لگتی ہے نا۔" سمینہ کو بے اختیار ہنسی آگئی۔

وہ بھی ہنس دی۔

ارے میری چوڑیاں۔

اسے اچانک ہی یاد آیا کہ وہ اپنی چوڑیاں جو آج ہی کاشف نے اس سے منگوائی تھیں' وہیں بڑے کمرے میں چھوڑ آئی

ہے۔

آپا آپ چلیں' میں چوڑیاں لے کر آتی ہوں، اتنی پیاری سفید چوڑیاں ہیں کسی کے پاؤں کے نیچے آ کر ٹوٹ نہ جائیں۔

وہ تیزی سے واپس پلٹی' لیکن پھر بڑے کمرے کے دروازے پر ہی ٹھٹک کر رک گئی۔

شکر ہے آپ نے ابھی طیبہ کو مینو کے لیے نہیں لکھا تھا۔

ہاں ہر بات میں خدا کی مصلحت ہوتی ہے' لیکن ایک بات ہے زینت آرا میرا دل سمو کے لیے ڈرتا ہے، پتا نہیں وہ آپا کے گھر ایڈ جسٹ بھی ہو گا یا نہیں۔ اس کا مزاج اور طرح کا ہے۔ آپا اور بچے بڑے سادہ ہیں اور اپنی سمو۔ مینو وہاں خوش رہتی۔

ارے چھوڑو جعفر علی مینو ابھی بچی ہے' اور کچھ خبر بھی ہے سمو پورے پچیس کی ہو چکی' اور اب اس عمر میں باہر سے کون پوچھے گا۔ لاکھ خوبصورت سہی لوگ تو عمر دیکھتے ہیں۔ میں نے ہی اس کمبخت شوبی کی امید میں کئی اچھے رشتے ہاتھ سے گنوائے۔ اور اللہ رکھے تیمور افسر ہیں' بیوی کو گاؤں میں تھوڑے ہی رکھیں گے۔ سنا ہے ان کی پوسٹنگ ملتان ہوئی ہے۔

تمہیں کس نے بتایا؟

کاشی بتا رہا تھا' شاید تنویر نے لکھا ہو اسے۔ ہاں تو تم طیبہ سے بات کر لینا' بلکہ میں تو کہتی ہوں شادی کی تاریخ طے بھی کر آنا۔ اب دیر نہیں ہونی چاہیے۔ ارے مجھ کمبخت نے پہلے ہی وقت گنوا دیا۔

تم نے سمو سے بھی پوچھا؟

جعفر علی نے دبے لہجے میں کہا۔

ہوں پوچھ لیا۔

اماں کی آواز میں خوشی کا تاثر تھا' اور باہر دروازے کے پاس کھڑے مینو کو ایسا لگا کہ جیسے کسی نے اس کا دل

نوچ لیا ہو۔ دل عجیب طرح سے بیٹھا جا رہا تھا۔

یا اللہ اگر ایسا نہیں ہونا تھا' تو پھر میرے دل میں یہ خیال آیا ہی کیوں؟ کاش... کاش! اماں نے اس روز تیمور کے ساتھ میرا نام نہ لیا ہوتا' اور اگر ایسا سوچا بھی تھا' تو میں نے ہی نہ سنا ہوتا۔

وہ وہیں سے پلٹ آئی' اور اپنے کمرے میں جانے کے بجائے اوپر چھت پر چلی گئی۔ اور نہ جانے کتنی دیر منڈیر سے ٹیک لگائے بیٹھی آنسو بہاتی رہی' لیکن دل پر پڑا بوجھ کم نہ ہوا۔ تب سب کی نظر بچا کر وہ اپنے کمرے میں آ گئی' اور سر درد کا بہانہ کر کے چادر اوڑھ کر لیٹ گئی۔

تو یہ تھا یک طرفہ محبت کا انجام۔

جو پندرہ دن پہلے خود بخود ہی کسی خودرو پودے کی طرح اس کے دل میں پھوٹ پڑی تھی۔ محض اماں کے ایک جملے سے۔

اور آج اماں کے ہی ایک جملے نے اس کے محبت بھرے دل کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔

اوہ میرے خدا۔

اس نے زور سے اپنی آنکھیں بھینچ لیں۔

آخر یہ میرا دل اس طرح کیوں ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔ صرف پندرہ دن پہلے ہی تو تیمور کا خیال میرے دل میں آیا تھا۔ اور

اور ایک آپا ہیں پورے پانچ برس تک شوبی بھائی کی محبت کا دم بھرتی رہیں۔

اور شوبی بھائی نے بھی تو انہیں کیسی کیسی امیدیں دلائی تھیں۔ کتنے وعدے کیے تھے، کتنی قسمیں کھائی تھیں۔ پھر بھی آپا ان کی بے وفائی کے بعد بھی کتنی مطمئن ہیں۔

کس قدر شانت۔

اور ایک وہ ہے کہ نہ تو اس نے تیمور سے محبت کا اقرار کیا' اور نہ ہی تیمور بھائی نے کوئی قسمیں کھائی' کوئی وعدے کیے پھر بھی۔

پھر بھی، اس کا دل ریزہ ریزہ ہوا جاتا ہے' اور روح جیسے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی ہے۔

شاید میں بہت بے حوصلہ ہوں تھڑ دلی۔

میرا دل کمزور ہے۔ میں آپا کی طرح مضبوط نہیں ہوں' اور شاید میرا دل اب عمر بھر یونہی پارہ پارہ رہے۔

اور میری روح یونہی ٹکڑے ٹکڑے ہوتی رہی' اور محبت کی یہ خلش، یہ تڑپ' یہ کسک شاید کبھی ختم نہ ہو۔

او خدایا! ایسا کیوں ہوا میرے ساتھ؟ کیوں؟ اس کی بند آنکھوں میں آنسوؤں نے ایک بار پھر ہلچل مچا دی۔

مینو۔ مینو تو کہاں رہ گئی تھی۔

سمو نے باتھ روم سے باہر آتے ہوئے پوچھا۔

میں سارے گھر میں دیکھ آئی تھی' اور یہ تو چادر اوڑھ کر کیوں لیٹ گئی۔ خیریت تو ہے نا۔

میرے سر میں بہت شدید درد ہے آپا۔ اس نے جلدی جلدی آنسو صاف کیے' لیکن آنسو تو بہے چلے جا رہے تھے۔

ارے کہیں بخار تو نہیں ہو گیا۔

یہ سمو نے اس کے چہرے سے چادر ہٹائی۔

تو رو رہی ہے مینو پگلی رونے سے تو درد اور بھی بڑھ جائے گا۔

آپا بہت درد ہے' ناقابل برداشت۔

وہ دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ کر رونے لگی تو سمو گھبرا گئیں۔

ارے ارے رو نہیں میں ابھی کاشی کو بھیج کر ڈاکٹر صمد سے دوا منگواتی ہوں۔

کبھی کبھی کوئی جھوٹ بھی کتنا کار آمد ہوتا ہے۔ سمو کے جانے کے بعد اس نے روتے روتے سوچا' لیکن نہیں جھوٹ کہاں۔

درد تو واقعی ناقابل برداشت ہے۔

یہ الگ بات تھی کہ یہ درد سر میں نہیں دل میں تھا' اور رہ رہ کر دل میں درد کی لہریں سی اٹھی رہی تھیں' اور درد کی اس شدت میں تو کئی دن گزرنے کے بعد بھی کمی نہیں آئی تھی۔ البتہ آنسو خشک ہو گئے تھے۔ سید جعفر علی نے ایک ہفتے کی

چھٹی لے لی تھی۔ کاشف اور سمو نے بھی اپنی پیکنگ کر لی تھی۔ لیکن اس کا جانے کا موڈ نہیں ہو رہا تھا۔
ابھی درد نا قابل برداشت تھا۔
ابھی شاید زخم مندمل ہونے میں کچھ وقت لگے، پھر سہی۔ اگلے سال وہ پھوپھو جان کی طرف چلی جائے گی۔ تب تک شاید دل سنبھل جائے گا۔ اسے اقرار آجائے گا۔ آخر ٹکڑے ٹکڑے دل کو جڑنے میں کچھ وقت تو لگتا ہی ہے نا۔
اس نے اماں سے کہا کہ
وہ نہیں جائے گی' انہیں کے پاس رہے گی۔ لیکن کسی نے اس کی ایک نہ سنی۔

بوا ہیں، نمو ہے' اور پھر وہ نمو اپنی بیوی کو بھی لے آئے گا۔ اکیلی کیسی؟
اماں نے صاف انکار کر دیا۔
کوئی رہنے کی ضرورت نہیں۔ بہن بھائی کے ساتھ جاؤ گھومو پھرو۔ کہاں تو سارا سال میرا کان کھاتی رہی ہے۔ اور کہاں اب نہ بی بی مجھ پر ترس کھانے کی ضرورت نہیں۔ سدھارو اپنے ابا کے ساتھ ایک بار جی بھر کر رہ آؤ۔
اور وہ بے حد اداس اداس اور چپ چپ سی چلی آئی۔
پھوپھو جان کا گھر بہت بڑا تھا۔ ان کے گھر سے بھی بڑا۔ ڈھیروں تو کمرے تھے وہاں' اور پھر پھوپھا جان بھی بہت اچھے تھے' بالکل ابا کی طرح نرم نرم لہجے میں ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے۔ سب ہی ان کے آنے سے بہت خوش تھے۔ پھوپھو تو واری صدقے ہو رہی تھیں۔ اسے گاؤں' پھوپھو کا گھر' وہاں کا ماحول سبھی بہت اچھے لگے تھے۔ اور اس کا اداس دل کچھ بہل سا گیا تھا۔ تیمور بھی چھٹی لے کر آگئے تھے۔ اور سمو کی آنکھوں میں قندیلیں سی جل اٹھی تھیں' اور وہ تیمور بھائی کے ساتھ اِدھر اُدھر کی ڈھیروں باتیں کرتیں خوب ہنس ہنس کر اور مینو کو حیرت ہوئی۔
یا اللہ! یہ سمو آپا ایک دم کتنی بدل گئی ہیں' انہیں تو تیمور بھائی ذرا اچھے نہیں لگتے تھے۔ شاید شوبی بھائی کی بے وفائی کی وجہ سے۔
وہ اکثر سوچتی۔

تنویر اور تیمور دونوں نے ہی اس کی خاموشی اور اداسی کو محسوس کیا۔

یہ... مینو کچھ بدل نہیں گئی ہے۔

ایک روز کھانا کھاتے ہوئے تیمور نے سمینہ نے پوچھا۔

سمو نے غور سے اسے دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں بیزاری سی تھی' شاید تیمور کا اس کی طرف متوجہ ہونا انہیں اچھا نہیں لگا تھا۔

آپ کو نہیں پتا تیمور بھائی

تنویر نے شرارت اسے دیکھا۔

یہ فلسفہ پڑھتی ہیں۔

اچھا

تیمور نے حیرت کا مصنوعی اظہار کیا۔

کیوں مینو یہ فلسفہ پڑھنے کا مشورہ کس نے دیا تھا' اور اگر فلسفہ پڑھا ہی تھا' تو فلسفی بننے کی ضرورت کیا تھی۔

سنجیدہ سے تیمور سمو کی موجودگی میں شوخ ہو رہے تھے۔

تم نے وہ لطیفہ سنا ہے مینو فلسفی والا۔

پلیز تیمور بھائی۔

اس نے رندھی رندھی آواز میں کہا۔

ارے برا مان گئی ہو۔ میں تو مذاق کر رہا تھا۔

نہیں۔

اس نے نفی میں سر ہلا دیا' لیکن اس کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں' بڑی مشکل سے ضبط کیے وہ سر جھکائے کھانا کھاتی رہی۔

اب آپ کو کیا پتا تیمور بھائی! اور شاید آپ کو ساری زندگی خبر بھی نہ ہو کہ کیسا کانٹا میرے دل میں چبھا ہے' اور